آہ! حضرت مولانا مفتی محمد عاصم زکی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قاری تنویر احمد شریفی
امام وخطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن، کراچی

۱۷/ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ/۳/ دسمبر ۲۰۲۰ء بروز جمعرات عصر کے وقت مخلص ترین مدرس، شیخِ وقت حضرت مولانا مفتی محمد عاصم زکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے اور اپنے متعلقین، تلامذہ ومریدین کو سوگوار و غمگین چھوڑ گئے، ساتھ میں اپنی یادیں بھی چھوڑ گئے، **إنا للّٰه وإنا إليه راجعون، نور اللّٰه مرقدهٗ !**

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے والدِ محترم جناب نواب محمد زکی صاحبؒ کان پور کے باسی تھے۔ کان پور ہندوستان کا وہی شہر ہے جہاں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مدرسہ جامع العلوم میں تدریس کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ نواب صاحب مرحوم کو کان پور میں بھی اشاعتِ علومِ اسلامیہ کی مصروفیت تھی اور پاکستان کے قیام کے بعد کراچی میں بھی ’’ایچ ایم سعید کمپنی‘‘ کے نام سے اسی خدمت میں مصروف رہے، بڑی قیمتی اور نادر کتابیں اپنے ادارے سے شائع فرمائیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے بھی ’’مکتبہ غفوریہ عاصمیہ‘‘ قائم فرما کر قیمتی کتابوں کی اشاعت فرمائی۔ نواب صاحب مرحوم، حضرت حکیم الامتؒ کے خلیفہ مجاز، عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبد الحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہِ عالیہ کے حاضر باش تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحبؒ کے بڑے بھائی جناب محمد شاہد زکی صاحب زید مجدہٗ نے بتایا تھا کہ: ’’والد صاحب‘‘ کو حضرت ڈاکٹر صاحبؒ سے اجازت حاصل تھی، لیکن والد صاحبؒ نے فہرست میں نام نہیں آنے دیا تھا کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔‘‘ نواب صاحبؒ کے صاحب زادوں میں حضرت مولانا مفتی محمد عاصم صاحب (اللہ تعالیٰ اُن کی قبر کو اپنے

نور سے بھر دے) نے علم دین حاصل کیا اور پھر اس کی تدریس میں آخر عمر تک منہمک رہے۔

اپنی مادرِ علمی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں رہ کر حق ادا کر دیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ ایک کامیاب مدرس، اور ایک کامل درجے کے بانسبت شیخ تھے۔ حضرت مولانا محمد ادریس انصاری رحمہ اللہ (مصنف: میری نماز، مسلمان خاوند، مسلمان بیوی) سے اصلاحی تعلق رکھتے تھے اور انہی کے مجاز تھے۔

حضرت مفتی صاحبؒ پر مادرِ علمی کے اکابر کو بھرپور اعتماد تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے انتظامی امور میں بھی تھے اور شوریٰ کے رکن بھی! حضرت مفتی صاحبؒ سے شناسائی ایک عرصے سے تھی۔ حضرت مفتی صاحبؒ اپنے پریس ''ایجوکیشنل پریس'' میں دوپہر بارہ بجے کے بعد تشریف لاتے تھے، یہ پریس ہمارے پڑوس میں واقع ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے پریس میں حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ مسائلِ فقہ پر بات شروع ہوگئی۔ ایک مسئلہ حضرت مفتی صاحبؒ نے بیان فرمایا: ''امام سے نماز میں ارکان کی ادائیگی میں غلطی ہوجائے اور مقتدی لقمہ دے تو امام کے لیے ضروری ہے کہ پہلے سوچے کہ کیا غلطی ہوئی بھی ہے؟ اگر امام، مقتدی کے لقمے پر بلا سوچے عمل کرلے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔'' یہ ایک باریک مسئلہ ہے۔ ہمارے یہاں شاید ہی کوئی سوچتا ہو؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کو فقہی جزئیات پر عبور حاصل تھا۔

حرمین شریفین کی حاضری کے لیے حضرت مفتی صاحبؒ ہر وقت مستعد رہتے تھے۔ مسجد حرام بیت اللہ شریف میں حضرت مفتی صاحبؒ کا معمول ہوتا تھا کہ میزابِ رحمت کے سامنے مطاف میں اپنے کسی بھی ساتھی کو قرآن مجید سناتے تھے۔ آپ قرآن مجید کے پختہ حافظ تھے، نہ صرف حافظ تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن میں اس کا ذوق بڑی خوبی کے ساتھ رکھا تھا کہ رمضان المبارک میں قرآن مجید اہتمام کے ساتھ سناتے تھے۔ جامعہ علوم اسلامیہ کے دارالحدیث میں حضرت مفتی صاحبؒ کئی سالوں سے دس روزہ تراویح میں قرآن مجید سنانے لگے تھے اور تین پارے روز پڑھتے تھے۔ زندگی کے آخری دو سال اپنی طبیعت کی وجہ دس روز کی بجائے ایک پارہ یومیہ کر دیا تھا۔ قرآن مجید ماشاء اللہ بہت خوب پڑھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے لہجہ بہت عمدہ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو ان کے لیے قبر میں ڈھال بنائے، آمین!

ہمارے محلے میں ایک مسجد ''مسجدِ عائشہؓ'' ہے، جو ڈی جے کالج کے احاطے میں ہے۔ ۱۹۹۰ء سے پہلے کی بات ہے کہ کالج کی انتظامیہ نے محلے کی ایک انتظامیہ بنا کے کمیٹی میں شامل کرلیا، یہ محلے کے

وہ افراد تھے، جنہوں نے مسجد کی آبادکاری کے لیے جدوجہد کی تھی۔ کالج کے بعض اساتذہ یہ چاہتے تھے کہ ہماری ریٹائرمنٹ کے بعد مسجد غلط ہاتھوں میں نہ جائے، اس لیے کہ کالج کے پرنسپل جو ہندو تھے، وہ مسجد کی کمیٹی کے صدر تھے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کیا کچھ ہوسکتا تھا۔ مسجد میں جو امام تھے، کمیٹی نے ان کو کہا کہ آپ کی تنخواہ نئی کمیٹی دے گی، آپ جمعہ بھی پڑھایا کیجئے۔ اس سے پہلے مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا تھا۔ امام صاحب نے کہا کہ مجھے جمعہ پڑھانا نہیں آتا، تو انتظامیہ نے مجھے کہا کہ تم جمعہ کا بندوبست کرو، وہ میرا ابتدائی زمانۂ طالب علمی تھا، میں نے جامعہ یوسفیہ بنوریہ میں اپنے اساتذہ کرام سے عرض کیا، انہوں نے فرمایا: اچھا، کچھ کرتے ہیں۔ پھر ایک دن پہلے مجھ سے فرمایا کہ تم کیوں نہیں پڑھاتے؟ میں نے دس منٹ کی تقریر کے لیے کوئی دو گھنٹے کا مطالعہ کیا اور اللہ کے فضل سے اور اساتذہ کرام کی دعاؤں سے جمعہ پڑھا دیا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت مکمل سرپرستی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ یہ مصلّٰی میرے لیے مکتب اور اسکول کا درجہ رکھتا ہے۔ پھر ایک وقت آیا کہ ہمارے محترم و مخدوم حضرت مولانا شفیق احمد صاحب بستوی مدظلہم (فاضل دارالعلوم دیوبند) مسجد عائشہؓ میں خطیب ہوگئے، جمعہ پڑھانے تشریف لانے لگے، وہ گول مارکیٹ ناظم آباد کی جامع مسجد میں پیش امام تھے اور جہری نمازیں ان کے ذمے تھیں۔ سری نمازیں اس وقت ہمارے مخدوم حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی نور اللہ مرقدہٗ پڑھاتے تھے۔ گول مارکیٹ میں جمعہ مولانا اسعد تھانوی پڑھاتے تھے، ان کا محلے والوں سے اختلاف ہوا تو انہوں نے جمعہ پڑھانا چھوڑ دیا۔ مسجد والوں نے حضرت بستوی صاحب پر زور دیا کہ آپ جمعہ پڑھائیں، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں مجبور ہوں، اس لیے مجھے چھٹی دے دی جائے، میں نے عرض کیا کہ چھٹی اس شرط پر ہے کہ آپ وہاں سے جب بھی چھوڑ دیں، مسجد عائشہؓ کا منبر آپ کے لیے ہوگا، پہلی ترجیح اسے دیجیے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ: ٹھیک ہے۔

اس وقت پھر میں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے عرض کیا کہ جمعہ نماز اپنے ذمے لے لیں، حضرت مفتی صاحبؒ جمعہ وہیں پڑھتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ نے بہت اصرار کے بعد میری درخواست کو قبول فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ صرف خطبہ نماز میرے ذمے ہوگی، بیان تجھے ہی کرنا ہے۔ میں نے بہت اصرار کیا کہ حضرت! آپ کی موجودگی میں؟ فرمایا کہ: مجھے بیان کرنا نہیں آتا اور اگر کچھ جھجک ہے تو دیر سے آیا کروں گا، تم بات پوری کرلینا۔ میں دیکھتا تھا کہ پھر بھی آدھے بیان پر تشریف لے آتے تھے اور پس دیوار بیٹھتے تھے۔ کئی جمعوں بعد میں نے پھر اصرار کیا کہ حضرت ہی بیان فرمایا

کریں، فرمانے لگے: میاں! لوگ تم سے مانوس ہیں، بات سنتے ہیں، تو میری کیا ضرورت ہے؟ یہ تم نے ہی کرنا ہے اور زیادہ زور کروگے تو یہ بھی چھوڑ دوں گا۔ یہ یہ بزرگانہ دھمکی کام کرگئی اور میں خاموش ہوگیا، لیکن حضرت مفتی صاحبؒ برابر حوصلہ افزائی فرماتے رہتے تھے۔

پھر جب حضرت بستوی صاحب مدظلہ نے گول مارکیٹ کو خیرباد کہا تو حسبِ وعدہ مسجد عائشہؓ واپس آ گئے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی مصروفیات میں مزید اضافہ ہوگیا تو انہوں نے پریس میں آنا کم کردیا۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحبؒ حج پر تشریف لے جارہے تھے، اگلے دن غالباً جمعہ تھا، میری ملاقات نہ ہوسکی تھی کہ اچانک فون آیا اور فرمایا کہ میں معذرت چاہتا ہوں کہ جمعہ کی چھٹی نہ لے سکا۔ میں نے عرض کیا کہ: حضرت! آپ تو اس سے بری ہیں، فرمانے لگے: نہیں! بات یہ ہے کہ پہلے سے مجھے کہنا چاہیے تھا، تاکہ وقت پر مناسب بندوبست ہوجائے۔

یہ حضرت مفتی صاحبؒ کا بڑاپن اور انتظامی ذمہ داری کا احساس تھا، جو آج عنقا ہو رہا ہے۔ بہرحال! اب وہ دنیا سے ایسی جگہ تشریف لے گئے، جہاں سے کوئی واپس نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حضرت مفتی صاحبؒ کی خدماتِ دین کے واسطے سے رحم وکرم کا معاملہ فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین!

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....